16

سلسلہ کی خدمت میں ہی سب سے بڑی عزت ہے

(فرمودہ 2 مئی 1947ء)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''مَیں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ حقیقی اسلام کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ انسان اپنی ساری طاقتوں کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے دین کی خدمت میں لگا دے۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جو سستی کی وجہ سے عام طور پر دینی خدمات سے بچنے کی کوش کرتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ دین کی بعض قسم کی خدمات تو کر لیتے ہیں لیکن بعض قسم کی خدمات سے انہیں گریز ہوتا ہے۔ جیسے کسی شاعر نے کہا ہے

گر جاں طلبی مضائقہ نیست
گر زر طلبی سخن دریں است

یعنی اگر جان مانگو تو مجھے اس کے دینے میں کوئی عذر نہیں۔ لیکن اگر روپیہ مانگو تو اس کے دینے میں مجھے تأمّل ہے، لیکن بعض طبائع ایسی بھی ہوتی ہیں کہ وہ روپیہ سے تو دین کی خدمت کرنے کو تیار ہوتی ہیں لیکن جسمانی خدمت سے گریز کرتی ہیں۔

زندگی وقف کرنے کے معاملہ میں مجھے کئی نوجوانوں کے رشتہ داروں کی طرف سے یہ شکایت آتی رہتی ہے کہ فلاں نوجوان اچھی کمائی کر رہا ہے اگر اُسے کام سے ہٹا کر دین کی خدمت میں لگا دیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ صرف چالیس پچاس یا سو روپیہ ماہوار جو وہ سلسلہ کو دیا کرتا تھا بند ہو جائے گا بلکہ اس کے گزارہ کے لئے مزید خرچ کرنا پڑے گا۔ اس لئے بہتر ہے کہ اس کی

بجائے کوئی دوسرا آدمی کام پر لگا دیا جائے۔ یہ چندہ بھی دیتا رہے گا اور دین کی خدمت بھی کرتا رہے گا۔ بظاہر یہ ایک خوشنما اور اچھی بات معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اس کے پیچھے شدید دنیا داری کی رُوح کام کر رہی ہوتی ہے۔ اگر ایک شخص اچھی کمائی کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک حد تک اپنی قابلیت اغیار سے منوالی ہے اور اس کی قابلیت کے پیش نظر غیر بھی اس کو اچھا عہدہ دینے کے لئے تیار ہیں مگر سلسلہ کی ضروریات کو اگر دیکھا جائے تو اُسے بھی ہر قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے اور ہر قسم کی لیاقت رکھنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ آخر ہر انسان ہر کام نہیں کر سکتا۔ کوئی شخص صرف چپڑاسی کا کام کر سکتا ہے، کوئی اچھا کلرک بن سکتا ہے، کوئی اچھا نگران بن سکتا ہے، کوئی اچھا افسر بن سکتا ہے۔ اِن تمام کاموں کے لئے مختلف لیاقت رکھنے والے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جس لیاقت کے آدمی کی ہمیں ضرورت پیش آئے اگر اُس لیاقت کا آدمی ہمیں مل جائے تو ہمارا کام چل سکتا ہے۔ گو اس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ جب کوئی اچھی لیاقت کا آدمی کسی کام پر لگایا جائے گا تو سلسلہ کو اُس آمد سے محروم ہونا پڑے گا جو اُس کی طرف سے آیا کرتی تھی۔ اور یا پھر دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی نالائق آدمی کو اعلیٰ کام پر لگا کر نقصان کا دروازہ کھول دیا جائے۔ لیکن یہ غیر معمولی طریق ہے اور کوئی معقول آدمی اس طریق کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔ بہرحال اصل صورت یہی ہے کہ کسی تجربہ کار اور قابل آدمی کے سپرد کام کیا جائے اور یہی صورت معقول اور قابلِ عمل ہے۔ مگر اس طریق پر عمل کرنے سے لازمی طور پر ایسے شخص کی معقول آمد سے سلسلہ کو محروم ہونا پڑے گا کیونکہ عام طور پر لائق آدمی ہی زیادہ کماتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض نا قابل اور نالائق آدمی بھی کسی اچھی جگہ پر پہنچ جاتے ہیں لیکن یہ امر مستثنیات میں سے ہوتا ہے۔ ورنہ عام قاعدہ یہی ہے کہ لائق آدمی ہی اچھی جگہ پر پہنچتے ہیں اور نالائق کا ترقی کرنا ایک اتفاقی امر ہوتا ہے۔ اور اسکی مثال ایسی ہی ہوتی ہے جیسے اتفاقاً کسی کو گرا پڑا پونڈ مل جائے۔ جس شخص کو اتفاقاً گرا پڑا پونڈ مل جائے وہ اگر تمام کام کاج چھوڑ کر پونڈ ملنے کی امید پر بیٹھ جائے کہ فلاں دن جو مجھے پونڈ ملا تھا اب بھی مل جائیگا تو ایسے شخص کو کون عقلمند کہے گا۔ پس گو نا قابل اور نالائق بھی بعض دفعہ ترقی کر جاتے ہیں لیکن عام قاعدہ یہی ہے کہ قابل آدمی اپنے فن میں مہارت حاصل کر لینے کی وجہ سے زیادہ آمد

پیدا کرسکتا ہے اور اسے جب بھی اپنی جگہ سے ہلایا جائیگا اُس کی وجہ سے جو آمدن ہو رہی ہوگی وہ بند ہو جائیگی۔ لیکن اگر اسے مفید وجود سمجھ کر نہ ہلایا جائے تو سلسلہ کو ناقابل اور بے کار وجودوں سے کام لینا پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کام خراب ہو جائیگا۔

یہ بات تو زندگی وقف کرنے والوں کے متعلق ہے۔ لیکن اِن کے علاوہ ہزاروں لاکھوں آدمی ہماری جماعت میں ایسے ہیں جنہوں نے گو اپنی زندگیاں وقف نہیں کیں لیکن وہ ایسی جگہ پر ہیں کہ اگر وہ دینی کاموں میں حصہ لینا چاہیں تو حصہ لے سکتے ہیں۔ مگر ان میں سے بھی ایک طبقہ ایسا ہے جو یہ خیال کرتا ہے کہ جب ہم چندہ دے دیتے ہیں تو ہمیں دینی کاموں میں اپنے اوقات صَرف کرنے کی ضرورت نہیں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگ سلسلہ کے کاموں کے لئے اپنے دلوں میں کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے۔ جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے ان کا یہ خیال دیانتداری کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ درحقیقت وہ سلسلہ کی روحانی عظمت کے قائل ہی نہیں اور وہ سلسلہ کے کام کرنے میں عزت محسوس نہیں کرتے۔ اُن کو یہ علم ہی نہیں کہ سلسلہ کی خدمت ہی سب سے بڑی عزت ہے۔ بلکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ سلسلہ کا کام ایسا معمولی ہے کہ یہ کام دوسروں کو کرنا چاہیئے۔ ان کی شان کے مطابق نہیں۔ گویا وہ سلسلہ کے کام کرنے میں ہتک محسوس کرتے ہیں۔ چونکہ ان کے دلوں میں ایک حد تک ایمان ہے اس لئے وہ اپنے نفس کے سامنے کچھ نہ کچھ بہانے بنا کر پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ انسان کے لئے سب سے بڑی ملامت اس کے اپنے ضمیر کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب انسان کوئی بُرا کام کرتا ہے تو اس کا ضمیر اسے لعنت ملامت کرتا ہے۔ اور جب تک ضمیر مر نہ جائے اُس وقت تک انسان ایک عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ کیونکہ ہر بُرے فعل کے وقت اسے ضمیر لعنت ملامت کرتی ہے کہ تُو نے ایک بُرے فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ اور ہر وقت کا یہ احساس انسان کو بے چین کئے رکھتا ہے اور اس کی طبیعت میں دکھ اور غم پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ہر اُس آرام اور لذت سے محروم ہو جاتا ہے جس کے لئے اس نے بدی کا ارتکاب کیا ہوتا ہے۔ اس دکھ اور عذاب کو دور کرنے کے لئے اور ضمیر کی تسلی کے لئے انسان نے یہ علاج سوچا ہے کہ وہ جھوٹے عذر بنا کر نفس کو تسلی دینے کی کوشش کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس

میں نہیں آتے تھے۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ مجھ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا رعب اتنا زیادہ غالب ہے اور آپ کا ادب میرے دل میں اس قدر پایا جاتا ہے کہ میں آپ کے سامنے بیٹھ نہیں سکتا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے ایک دفعہ مجلس میں اس بات کے خلاف تقریر کی اور آپ نے فرمایا یہ نفس کا دھوکا ہے۔ چونکہ ان کے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ میری مجلس میں نہ آنا ایک گناہ ہے اِس لئے اِس گناہ کے دکھ سے بچنے کے لئے انکے نفس نے یہ بہانا بنالیا اور مجلس میں نہ آنے کا باعث انہوں نے ادب اور اعزاز اور رعب قرار دے دیا حالانکہ یہ نفس کی سستی اور غفلت کی علامت ہے۔ کیا دوسروں کے دلوں میں ادب اور اعزاز نہیں؟ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوری ایک مجلس اسی بات کے متعلق خرچ کی اور آپ نے مجلس میں نہ آنے کو نفس کا بہانہ قرار دیا۔ اسی طرح اِس قسم کے لوگ یہ کہہ کر اپنے نفسوں کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں کہ ہم نے خدمتِ دین کے کاموں میں حصہ نہ لیا تو کیا ہوا ہم چندے سے سلسلہ کی زیادہ مدد کر رہے ہیں مگر یہ بھی ان کے نفسوں کا دھوکا ہے۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں اور بیعت کر چکے ہیں۔ اور وہ یہ جانتے ہیں کہ ان کے لئے دین کا کام کرنا ضروری ہے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتے۔ ان کے اپنے نفس کو اس دکھ اور تکلیف سے بچانے کے لئے (جو ضمیر کی لعنت و ملامت سے ہوتی ہے) یہ بہانہ تراش کر پیش کر دیتے ہیں کہ ہم چندے زیادہ دے رہے ہیں اور یہی دین کی خدمت ہے۔ چونکہ اس قسم کے لوگ دوسرے آدمیوں میں اپنی عزت قائم رکھنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم جماعت کا صحیح اور کارآمد عضو ہیں اِس لئے وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم زیادہ روپیہ کما کر زیادہ چندہ دیتے ہیں۔ حالانکہ دین کی خدمت کے لئے صرف دفتر کا وقت ہی ضروری نہیں۔ وہ دفتر کے اوقات میں بے شک دفتر کا کام کریں لیکن دفتر کے اوقات ہوتے کتنے ہیں؟ کیا چوبیس گھنٹے ہی دفتر کا کام کرتے ہیں؟ دفتر کا وقت تو دس بجے سے چار بجے تک ہوتا ہے۔ اَور تو اَور ڈاکٹروں وکیلوں وغیرہ کی کمائی کا وقت بھی عام طور پر چھ سات گھنٹہ ہی ہوتا ہے۔ اِس کے بعد لوگ گپیں مارتے ہیں اور سیر کے لئے نکلتے ہیں۔ سرکاری دفاتر میں کام کرنیوالوں کا وقت بھی جیسا کہ میں نے کہا ہے عام طور پر دس بجے تک ہوتا ہے۔ چار بجے کے بعد لوگ اپنا فارغ وقت سیر و تفریح اور گپوں وغیرہ میں

گزارتے ہیں۔ اور سلسلہ بھی اُن سے ایسے اوقات میں اپنے حق کا مطالبہ کرتا ہے جبکہ وہ کمائی نہیں کر رہے ہوتے۔ اور اِسی طرح وکلاء کا بھی کام کرنے کا وقت عام طور پر دس بجے سے تین چار بجے تک ہوتا ہے۔ تین چار بجے عدالتیں بند ہو جاتی ہیں اور وکلاء فارغ اوقات میں اپنے گھروں میں مقدموں کی تیاری کرتے ہیں۔ اور کچھ وقت وہ بیوی بچوں میں بیٹھ کر گزارتے ہیں۔ اِسی طرح انکے اوقات کا کچھ حصہ سیر وتفریح میں گزرتا ہے۔ ایسے فارغ اوقات میں ان کو خدمت دین کے کام کرنے چاہئیں۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ فارغ وقت صرف وہی ہے جس میں انسان کو کوئی کام نہ ہو باقی تمام اوقات مصروفیت کے ہیں اور اِس مسئلہ کو لمبا کیا جائے تو پھر تو نمازوں کو بھی ترک کرنا پڑے گا۔

ہندوستان کے ایک بڑے لیڈر جب بوڑھے ہوئے تو وہ نماز کے تارک ہوئے۔ اور انہوں نے کہا کہ مجھے یہ احساس ہوا ہے کہ مَیں جو وقت نماز پڑھنے میں صَرف کرتا ہوں کیوں نہ اس وقت مَیں کوئی قومی خدمت ہی سرانجام دیا کروں۔ مگر وہ تو پھر بھی اپنا وقت قومی خدمت میں صَرف کرتے تھے۔ لیکن دنیا میں اکثر آدمی ایسے ہیں جو اپنے فارغ اوقات سیر وتفریح اور گپوں وغیرہ میں گزار دیتے ہیں۔ لیکن جب دین کی خدمت کرنے کا سوال آ جائے تو ان کا چوبیس گھنٹے کا دن صرف چھ گھنٹے کا بن جاتا ہے۔ چوبیس گھنٹوں میں سے سات آٹھ گھنٹے کام کرنے کے ہوئے باقی دس گھنٹے رہ گئے۔ کوئی شخص سولہ گھنٹے سوتا نہیں۔ نہ ہی کوئی انسان سولہ گھنٹے نہاتا رہتا ہے۔ نہ ہی کوئی انسان سولہ گھنٹے کھاتا رہتا ہے۔ نہ ہی کوئی انسان سولہ گھنٹے پاخانہ میں بیٹھا رہتا ہے۔ اِن سب کاموں کے لئے اگر آٹھ گھنٹے رکھ لئے جائیں تو پھر بھی آٹھ گھنٹے بچ جاتے ہیں جن میں انسان نمازیں پڑھ سکتا اور سلسلے کے کام کر سکتا ہے۔ آٹھ نہ سہی سات سہی۔ سات نہ سہی چھ سہی۔ چھ نہ سہی پانچ سہی۔ پانچ نہ سہی چار سہی۔ چار نہ سہی تین سہی۔ کم از کم تین گھنٹے تو ہر انسان کے پاس فارغ ہو سکتے ہیں جن میں سے وہ ڈیڑھ گھنٹہ میں نمازیں ادا کر سکتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹہ روزانہ وہ سلسلہ کے کاموں میں صَرف کر سکتا ہے۔ پس جماعت کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ اس کے اثر رکھنے والے افراد دین کی خدمت کے لئے وقت نکالیں۔ اور ہر احمدی کو یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ دین کی خدمت سے ہی اصل عزت

حاصل ہوتی ہے۔ اگر زیادہ کمانے والے لوگ اس طرف متوجہ نہ ہوں تو اس کے دو بڑے نتائج پیدا ہونگے۔ ایک یہ کہ کمزور لوگ دین کی خدمت سے کوتاہی اور سستی اختیار کر لیں گے۔ اور دوسرے یہ کہ اُن کا اپنا ایمان ضائع ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے چندوں کو اُن کے منہ پر مارے گا۔ اور فرمائے گا کہ ہم نے صرف چندے دینے کے متعلق ہی حکم نہیں دیا تھا بلکہ ہم نے تو کہا تھا وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ [1] کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اُس سے تم خرچ کرو۔ ہم نے صرف روپے کے متعلق تو نہیں کہا تھا۔ کیا ہم نے تم کو وقت نہیں دیا تھا؟ کیا ہم نے تمہیں ہاتھ پاؤں نہیں دیئے تھے؟ کیا ہم نے تمہیں کان ناک اور آنکھیں نہیں دی تھیں؟ کیا ہم نے تمہیں عقل اور فراست نہیں دی تھی؟ کیا ہم نے تمہیں علم نہیں دیا تھا؟ تمہارا فرض تھا کہ اِن سب چیزوں میں سے ہمارا حصہ ادا کرتے۔ جو شخص صرف چندہ دے کر مطمئن ہو جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی شخص نے دوسرے آدمی سے دس روپے قرض لئے ہوں اور وہ ان میں سے ایک روپیہ ادا کر کے یہ سمجھ لے کہ مَیں نے تمام قرضہ ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے صرف ایک نعمت کا حق ادا کر کے ہم عہدہ برآ نہیں ہو سکتے بلکہ ویسے ہی مجرم ہیں جیسے دس روپیہ میں سے ایک روپیہ ادا کر کے باقی 9 روپے ادا نہ کرنے والا مجرم ہے۔ پس ہر ایک نعمت جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں عطا فرمائی ہے اس میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص خدمتِ دین سے جی چُراتا ہے تو وہ لاکھ نہیں کروڑ روپیہ ہی چندہ کیوں نہ دے ہم اس کے متعلق یہی کہیں گے کہ وہ ایمان کی حقیقی لذت سے محروم ہے۔ اگر روپیہ ہی اصل چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ سب نبیوں کو فرماتا کہ تم تبلیغ کرنا چھوڑ دو صرف چندہ دے دیا کرو۔ جو شخص صرف چندے کو ہی کافی سمجھتا ہے گویا دوسرے لفظوں میں وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور مامورین اور خلفاء تو ادنیٰ کام کرتے ہیں اصل کام وہی کر رہا ہے۔ اگر چندے دینا ہی سب سے بڑا کام ہوتا تو اللہ تعالیٰ انبیاء اور خلفاء کو بھی صرف چندے دینے کا ہی حکم دیتا۔ اور اگر صرف چندے دینا ہی ضروری ہوتا تو جماعتِ احمدیہ اس طریقِ کار کو اختیار کرتی کہ ہندوؤں اور عیسائیوں کو دین کے کاموں پر لگا دیا جاتا اور خود احمدی زیادہ روپیہ کمانے والے کاموں میں لگ جاتے۔ پریذیڈنٹ کا کام ایک احمدی کی بجائے ملا وامل

کرتا اور سیکرٹری کا کام پگٹ انگریز کرتا اور تعلیم و تربیت کا کام سندر سنگھ کرتا۔ اور جب کوئی پوچھتا کہ جماعت کا پریذیڈنٹ کون ہے؟ تو کہا جاتا لالہ ملاوامل۔ اور جب پوچھا جاتا سیکرٹری کون ہے؟ تو کہا جاتا پگٹ۔ اور جب پوچھا جاتا سیکرٹری تعلیم و تربیت کون ہے؟ تو کہا جاتا سندر سنگھ۔ پوچھنے والا دریافت کرتا کہ یہ کیا بات ہے کہ جماعت احمدیہ کے عہدیدار غیر مسلم ہیں؟ تو اس کو یہ جواب دیا جاتا کہ جماعت کے مفید وجود زیادہ کمائی کرنے والے کاموں میں لگے ہوئے ہیں اور وہ فضول کام کر کے اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتے۔ کیا تم میں سے کوئی بھی معقول انسان اس طریق کو پسند کرتا ہے؟ اگر نہیں تو سمجھ لو کہ خواہ کوئی کتنا بڑا مالدار ہے اور خواہ کوئی کتنا بڑا تاجر ہے اور خواہ کوئی کتنا بڑا افسر ہے اگر وہ دین کے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتا تو خواہ اس کے چندے لاکھوں تک ہی کیوں نہ ہوں ہم یہی کہیں گے کہ اس کے دل میں ایمان نہیں ہے۔ اگر اُس کے دل میں ایمان ہوتا تو وہ سب سے بڑی عزت خدمت دین کو سمجھتا۔ اور جو شخص صرف روپے سے ہی خدمت کرنے کو اصل خدمت سمجھتا ہے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء اور تابعین کی ہتک کرتا ہے کہ نعوذ باللہ وہ ذلیل کام کرتے تھے اور یہ اصل کام کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے شخص کا روپیہ کبھی برکت کا موجب نہیں بن سکتا۔

پس اب جبکہ جماعت ایک نازک دور میں سے گزر رہی ہے ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام عطا کردہ نعمتوں کا حصہ ادا کرے اور ہر فرد خدمتِ دین کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت نکالے اور ہر فرد مقامی انجمنوں کے ساتھ پورا پورا تعاون کرے اور اُن کے کاموں میں پورے طور پر دلچسپی لے اور اپنے وقت کا کچھ نہ کچھ حصہ مقامی جماعت کی اصلاح و تربیت اور مضبوطی میں خرچ کرے۔ مَیں نے خدام الاحمدیہ کو بھی اِسی لئے قائم کیا تھا کہ وہ نوجوانوں سے کچھ نہ کچھ وقت خدمتِ دین کے لئے لیا کریں۔ اور اِس وقت ان سے کوئی مفید کام کرایا جائے۔ اِسی طرح جماعت کے ہر فرد کو اپنے اوقات میں سے کچھ وقت دین کی خدمت کے لئے دینا چاہیئے کیونکہ اس کے بغیر ایمان کا امتحان نہیں ہوتا۔ پس جماعت کو اس نازک ترین دَور میں اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیئے اور سلسلہ کی خدمت کے لئے اور سلسلہ کی عظمت کو قائم کرنے کے لئے حتی الامکان اپنے اوقات صَرف کرنے چاہئیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص دین کی

خدمت کرے وہ روپیہ سے سلسلہ کی خدمت نہ کرے کیونکہ روپیہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ہے۔ جس طرح کان، ناک، آنکھ، دماغ اور وقت اور علم میں سے اللہ تعالیٰ کا حصہ ادا کرنا ضروری ہے اسی طرح مال میں سے بھی حصہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اور یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ دین کی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت بھی بہت بڑی عزت کا باعث ہے۔ اگر تم اس بات پر یقین نہیں رکھتے تو پھر یا تو تمہارے اندر ایمان ہے ہی نہیں اور اگر ایمان ہے تو وہ معلّق ہے۔ اس کو جب بھی ذرا سا جھٹکا لگا وہ ٹوٹ جائے گا اور تم اپنی ساری امیدوں اور آرزوؤں کو خاک میں ملتا ہوا دیکھو گے۔'' (الفضل 14 رمئی 1947ء)

1: البقرة:4